غلافِ کعبہ

اس کی شرعی حیثیت اور اس کی تاریخ

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلافِ کعبہ
اُس کی شرعی حیثیت اور اُس کی تاریخ

اس سال ایک مدتِ دراز کے بعد پاکستان کو غلافِ کعبہ تیار کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ۱۲۶۳ھ (۱۰۷۴) میں ایک مرتبہ اس ملک سے غلاف بنوا کر بھیجا گیا تھا اور پھر ۱۹۲۸ سے ۱۹۳۲ء تک ہندو پاکستان کے لوگوں کو اس خدمت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اس کے بعد اب یہ تیسرا موقع ہے کہ اس ملک کے لوگ یہ سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر مسلمانانِ پاکستان میں عام جوشِ مسرّت پایا جاتا ہے۔

اس موقع پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غلافِ کعبہ کے متعلق ایک مختصر مضمون لکھا جائے تاکہ عام لوگ اس کی تاریخ اور اس کی اہمیت سے اچھی طرح واقف ہو جائیں اور یہ بھی جان لیں کہ شریعت میں اس کی حیثیت کیا ہے؟

شرعی حیثیت

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ خانہ کعبہ وہ عمارت ہے، جو اب سے چار ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ نے مل کر تعمیر کی تھی۔ اور یہ بات بھی قرآن میں بہ صراحت ارشاد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا گھر قرار دیا اور ہمیشہ کے لیے قبلۂ اہل توحید بنا دیا۔ یہ امور تو ہر شک وشبہ سے بالاتر ہیں، اس لیے ان پر کسی بحث و گفتگو کی حاجت نہیں۔ البتہ یہ بات عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ اس پر

غلاف چڑھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس میں کیا حکمت ملحوظ رکھی گئی ہے۔

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کوئی بدعت ہے، جو بعد کے کسی زمانے میں شروع ہوئی ہے۔ یہ خیالات بھی بعض ذہنوں میں پائے جاتے ہیں کہ اس عمارت پر غلاف چڑھانا بے جا اسراف ہے، کیوں نہ اتنا روپیہ غریب انسانوں کی تن پوشی پر صرف کیا جائے۔ یہ شبہات بھی بعض حلقوں کی طرف سے ظاہر کیے گئے ہیں کہ اس غلاف کے احترام اور اس کی روانگی کے اہتمام اور اس کی مشایعت اور زیارت میں شرک کا شائبہ ہے۔ یہ غلط فہمیاں چوں کہ واقفیت کی کمی کے باعث لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں، اس لیے سب سے پہلے ہم ان کو رفع کریں گے۔

کسی فعل کے متعلق جب معتبر و مستند ذرائع سے ثابت ہو جائے کہ وہ رسول اللہ ﷺ نے خود کیا ہے، یا وہ آپ کے سامنے ہوا ہے اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے، تو اس کے بارے میں یہ گمان کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ بدعت ہے۔ کعبہ کے متعلق یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فتح مکہ سے پہلے، جب کہ یہ گھر کفار قریش کی تولیت میں تھا اس پر غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اور فتح کے بعد جب وہ حضور نبی کریم ﷺ کی تولیت میں آیا تو نہ صرف یہ کہ آپؐ نے اسے باقی رکھا بلکہ غلاف چڑھانے کے طریقہ پر خود عمل کیا، اور غلاف چڑھانے کے اس فعل کا ذکر تعظیم و تکریم کے ساتھ فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

كانوا يصومون عاشوراء قبل ان يفرض رمضان وكان يوماً تستر فيه الكعبة۔ (بخاری، کتاب الحج)

''رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے مسلمان یوم عاشورا (۱۰ر محرم) کا روزہ رکھا کرتے تھے اور یہ وہ دن تھا جب خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔''

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہجرت سے پہلے کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انی لمستتر باستارِ الكعبة اذ جاء ثلاثة نفرٍ، ثقفي و ختناه قرشيان، كثير شحم بطونهم قليل فقه قلوبهم، فتحدثوا بينهم حديثا، فقال اِحدهم ترى ان اللّٰه عزوجل يسمع ما قلنا؟ قال الاٰخر اراه يسمع اذا رفعنا ولا يسمع اذا

خفضنا۔ قال الاٰخر ان کان یسمع شیئا منه انه یسمعه کله۔ (مسند احمد، مرویات ابن مسعودؓ)

''میں خانہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا کہ تین آدمی آئے، ایک قبیلہ ثقیف کا تھا اور دو اس کے قریشی داماد تھے۔ تینوں بڑے موٹے تازے تھے مگر عقل وفہم سے عاری۔ انھوں نے آپس میں کچھ باتیں کیں۔ پھر ایک نے کہا، تمھارا کیا خیال ہے، یہ باتیں جو ہم نے کی ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو سن لیا ہے؟ دوسرے نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ جب ہم زور سے بات کرتے ہیں تو اللہ اس کو سن لیتا ہے اور جب آہستہ بولتے ہیں تو وہ اسے نہیں سنتا۔ تیسرے نے کہا، اگر وہ کچھ سنتا ہے تو پھر ساری باتیں سنتا ہے۔''

یہ دونوں روایات ظاہر کرتی ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے اہل عرب خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت انس بن مالکؓ کی حسبِ ذیل روایت ثابت کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے جب مکہ فتح کر لیا تو آپؐ نے زمانۂ جاہلیت کے اس طریقے کو برقرار رکھا۔ حالاں کہ جاہلیت کی جتنی یادگاریں اسلام کے خلاف تھیں ان کو آپؐ نے بلا تاخیر مٹا دیا تھا۔

ان النبی ﷺ دخل مکة و علی رأسه المغفر فلما نزعه جاء رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الکعبة فقال اقتله۔ (بخاری، کتاب المغازی۔ ابوداؤد۔ کتاب الجہاد، نسائی، کتاب الحج)

''نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور آپؐ سر پر خود پہنے ہوئے تھے۔ جب آپؐ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ ابن خَطَل کعبہ کے پردوں سے لپٹا کھڑا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اسے قتل کردو۔''

اس روایت کی تائید حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی یہ روایت کرتی ہے، جو ان کے صاحبزادے حضرت مصعب بن سعدؓ نے نقل کی ہے:

لما کان یوم فتح مکة امّن رسول اللّٰه ﷺ النّاس الا اربعة نفر وامرأتین و قال اقتلوهم و ان وجدتموهم متعلقین باستار الکعبة۔ (نسائی، کتاب تحریم الدم)

''جب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ ﷺ نے عام لوگوں کو امان دی۔ مگر چار مردوں اور دو عورتوں کے متعلق فرمایا کہ ان کو قتل کردو خواہ وہ کعبہ کے پردوں ہی سے چمٹے ہوئے ہوں۔''

ان روایتوں کے باوجود یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ شاید عین فتح کے موقعے پر حضورؐ نے غلاف نہ اتروایا ہو اور بعد میں اس کو اتروادیا ہو۔ لیکن ایک دوسری روایت اس شبہ کو رفع کردیتی ہے۔ اس میں حضرت عروہ بن زبیرؓ فتح مکہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ اس روز حضرت سعد بن عبادہؓ نے ابوسفیان کو مخاطب کر کے کہا: **الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة۔** ''آج قتل وخون کا دن ہے، آج کعبہ حلال کردیا جائے گا۔'' اس بات کی شکایت ابوسفیان نے جاکر نبی ﷺ سے کی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا:

کذب سعد۔ ولکن ھٰذا یوم یعظم اللّٰہ فیہ الکعبة، و یوم تکسیٰ فیہ الکعبة۔ (بخاری، کتاب المغازی، غزوۃ الفتح)

''سعد نے غلط کہا۔ بلکہ آج تو وہ دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت قائم فرمائے گا اور وہ دن ہے جب کعبہ پر غلاف چڑھایا جائے گا۔''

آخری فقرے کی تشریح کرتے ہوئے علاّمہ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ''اس ارشاد سے حضورؐ کا مطلب یہ تھا کہ اب ہم کعبہ پر غلاف چڑھائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔'' اور بات صرف اتنی ہی نہیں ہے بلکہ حضورؐ کا یہ ارشاد اس حقیقت پر بھی دلالت کرتا ہے کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا اس کی تعظیم کے مقتضیات میں سے ہے۔ اسی بنا پر علماء امت اس کے جواز پر متفق ہیں۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: ''کعبہ کے لیے وہ تعظیم ہے، جو دوسری مساجد کے لیے نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کعبہ کو حریر و دیبا سے ڈھانکنا جائز ہے، مگر مساجد پر اس طرح کے پردے ڈالنے کے جواز میں اختلاف ہے.... کعبے کو دیبا کے غلاف سے ڈھانکنے کے جواز پر اجماع ہے۔''

(فتح الباری، کتاب الحج، باب کسوۃ الکعبہ)

اور یہی بات علامہ بدرالدین عینی بھی ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس میں غلافِ کعبہ کے مشروع ہونے کی دلیل پائی جاتی ہے۔'' (عمدۃ القاری کتاب الحج، باب کسوۃ الکعبہ)

اسرافِ بے جا کا شبہ

رہا یہ شبہ کہ اس میں بے جا اسراف ہے، کیوں نہ یہی کپڑا غریبوں کی تن پوشی پر صرف کیا جائے، تو اس کا جواب ہمیں اُس واقعے میں مل جاتا ہے، جو بخاری، ابن ماجہ اور طبرانی نے نقل کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحب ابووائل، خانۂ کعبہ کے کلید بردار شیبہ کے پاس کچھ روپے لے کر پہنچے اور اس مقدس گھر کے لیے ہدیہ کے طور پر پیش کیے۔ شیبہ نے پوچھا، کیا یہ تم اپنی طرف سے دے رہے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ ایک اور شخص کا ہدیہ ہے، جو اس نے میرے سپرد کیا تھا۔ میرا اپنا مال ہوتا تو میں ہدیہ نہ کرتا۔ اس پر شیبہ نے کہا۔ جہاں تم بیٹھے ہو اسی جگہ (خانۂ کعبہ کے اندر) ایک دفعہ حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا میں کعبہ کے خزانے میں رتی بھر سونا اور چاندی بھی نہ رہنے دوں گا، سب کچھ فقرائے مسلمین میں تقسیم کردوں گا۔ میں نے کہا آپ کے دونوں پیش روؤں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ) نے تو ایسا نہیں کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سُن کر کہا کہ وہ تو یقیناً راست رو لوگ تھے، میں انھی کے نقشِ قدم پر چلوں گا۔

اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت عبدالرزاق نے حضرت حسن بصریؒ سے نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ کعبہ کے خزانے کو راہ خدا میں خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ حضرت اُبی بن کعبؓ کے سامنے انھوں نے اس خیال کا اظہار کیا تو انھوں نے کہا آپ کو یہ کام کرنے کا حق نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ یہ کیوں؟ انھوں نے جواب دیا، رسول اللہ ﷺ نے اُن تمام ہدیوں اور نذر کے اموال کو جوں کا توں رہنے دیا تھا، جو زمانۂ جاہلیت سے کعبہ کے خزانے میں چلے آرہے تھے۔

اب یہ ظاہر ہے کہ اگر سونے چاندی کے وہ ظروف تک نبی ﷺ نے باقی رہنے دیے، جو خانۂ کعبہ کے لیے زمانۂ جاہلیت میں ہدیۃً دیے گئے تھے تو غلافِ کعبہ پر جو مال خرچ ہوتا ہے وہ اِسراف کی تعریف میں کیسے آسکتا ہے۔ حضور ﷺ کے اس فعل ہی کی وجہ سے علماءِ اسلام میں کبھی خانۂ کعبہ کو ریشمی غلاف پہنانے کے جواز پر اختلاف نہیں ہوا۔ صحابہ وتابعین کے زمانے سے ریشمی غلاف پہنانے کا یہ عمل چلا آرہا ہے اور اس مسئلے میں کسی کی اختلافی رائے منقول نہیں ہوئی۔

شرک کا شبہ

اس کے بعد یہ سوال ہمارے سامنے آتا ہے کہ کعبے پر غلاف چڑھانا تو درست، مگر کیا وہ

غلاف جو کعبے کے لیے تیار کیا گیا ہو اس کا بھی مستحق ہے کہ اس کا احترام کیا جائے، اس کی زیارت اور مشایعت کی جائے اور اسے بڑے اہتمام کے ساتھ روانہ کیا جائے؟ کیا ان افعال میں شرک نہیں پایا جاتا؟ یہ غلاف آخر ایک کپڑا ہی تو ہے۔ محض اس بنا پر کہ یہ کعبے پر چڑھانے کے لیے تیار کیا گیا ہے، اُس کی تعظیم و تکریم کیسے جائز ہو گئی؟

اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ خانۂ کعبہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ پتھروں کی بنی ہوئی ایک عمارت ہے۔ معاذ اللہ وہ نہ خود خدا ہے، نہ خداوند عالم اس میں رہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے تمام دنیا کے اہلِ توحید کا قبلہ بنا دیا، جس کی طرف رُخ کر کے ہر مومن قیام و قعود اور رکوع و سجود کرتا ہے۔ دوسرے مقامات پر تو کعبہ سامنے نہیں ہوتا لیکن مسجد حرام میں تو سب کی آنکھوں کے سامنے وہ موجود ہوتا ہے اور مسجد کے اندر ہر طرف سے لوگ اسی کی طرف رُخ کر کے ارکانِ نماز ادا کرتے ہیں، جن میں رکوع بھی شامل ہے اور سجدہ بھی۔ پھر حج اور عمرے میں اس عمارت کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور ہر طواف کی ابتدا حجر اسود کو چوم کر کی جاتی ہے، جو ظاہر ہے کہ ایک پتھر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کیا ان میں سے کسی فعل کو بھی شرک کہا جا سکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کی جڑ کاٹنے کے لیے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اظہارِ عبودیت کی جو جو صورتیں دنیا میں پائی جاتی ہیں اور انسانی فطرت پرستش کی جن جن شکلوں کا تقاضا کرتی ہے، ان سب کو ہر دوسری جگہ ممنوع ٹھیرا دیا، اور صرف ایک خانۂ کعبہ کو اپنا گھر قرار دے کر حکم دے دیا کہ ان سب صورتوں سے یہاں ہمارے حضور بندگی بجا لاؤ۔ اپنے معبود کے سامنے رکوع و سجود کرنا چاہتے ہو تو اس گھر کی طرف رُخ کر کے جھکو، اور کسی دوسری چیز کے آگے نہ جھکو۔ طواف کرنا چاہتے ہو تو یہ ہمارا گھر ہے، اس کا طواف کرو، کسی اور چیز کا طواف نہ کرو۔ آستانہ بوسی کرنا چاہتے تو حجر اسود ہمارا سنگِ آستاں ہے، اسے چومو اور کسی آستانے کو نہ چومو۔ معبود کی چوکھٹ سے چمٹ کر دعائیں کرنا چاہتے ہو تو ملتزم ہماری چوکھٹ ہے، اس سے لپٹو اور گڑگڑا کر دعائیں مانگو۔ تیرتھ یاترا کرنا چاہتے ہو تو یہ تمھارے لیے تیرتھ ہے، اس کی زیارت کے لیے دنیا بھر سے کھنچ کھنچ کر آؤ اور ہر دوسرے تیرتھ کی یاترا چھوڑ دو۔ اپنے معبود کی بارگاہ پر چادریں چڑھانا چاہتے ہو تو یہ ہماری بارگاہ ہے، چادر چڑھانے کا جو جذبہ تمھارے دل میں ہے،

یہاں چادر چڑھا کر اس کی تسکین کرلو اور پھر کسی دوسری جگہ چادریں نہ چڑھاتے پھرو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں ایک گھر کو اپنی طرف نسبتِ خاص دے کر پرستش کی ان ساری شکلوں کو جو مشرکین اپنے بناوٹی معبودوں کے لیے اختیار کرتے تھے ہر آستانے پر حرام کر دیا اور اہلِ توحید کو حکم دیا کہ وہ ساری شکلیں ہمارے اس آستانے پر برتی جائیں اور بس اسی جگہ کے لیے مختص رہیں۔ یوں خانۂ کعبہ کا حکم ہر دوسرے مقام سے مختلف ہو گیا ہے۔ جو کچھ دوسری جگہ شرک ہے وہ یہاں توحید ہے۔

ایسا ہی معاملہ ان اشیاء کا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی خاطر خانۂ کعبہ میں پیش کرنے کے لیے لے جائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شعائر اللہ (خدا پرستی کی نشانیاں) قرار دیا ہے اور ان کے احترام کا حکم دیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ (المائدہ:۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے شعائر کو حلال نہ کرلو، اور نہ ماہ حرام کو اور نہ ہدی کو اور نہ ان ہاروں کو جو ہدی کے گلے میں لٹکائے جاتے ہیں اور نہ بیت الحرام کے قصد سے سفر کرنے والوں کو۔''

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ (الحج:۳۶)

''اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمھارے لیے شعائر اللہ میں سے قرار دیا ہے۔''

وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج:۳۲)

''اور جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی نشانی ہے۔''

دیکھیے! ماہ حرام کیا ہے! مہینوں میں سے ایک مہینہ ہی تو ہے۔ مگر کعبے کی نسبت نے اسے شعائر اللہ میں داخل کرا دیا۔ ہدی کے اونٹ آخر جانوروں کے سوا اور کیا ہیں؟ مگر چوں کہ وہ کعبے کی طرف نذر کے طور پر لے جائے جاتے ہیں اس لیے وہ بھی شعائر اللہ میں شمار ہو گئے۔ اہلِ عرب قدیم زمانے میں ان اونٹوں کے گلے میں جوتوں کے ہار لٹکا دیتے تھے تاکہ دور سے ہی

دیکھ کر ہر شخص معلوم کر لے کہ یہ ہدی کے اونٹ ہیں۔ یہ ہار بھی شعائر اللہ بن گئے، کیوں کہ انھیں اللہ کے گھر سے نسبت نصیب ہوگئی۔ اب ان شعائر کی تعظیم و تکریم ان اشیاء کی تعظیم و تکریم نہیں بلکہ اس نسبت کی تعظیم و تکریم ہے، جو انھیں اللہ کے گھر سے حاصل ہو چکی ہے۔ ان کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ اس بات کی علامت قرار دے رہا ہے کہ جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے دل میں تقویٰ ہے۔ اس کے بعد یہ سمجھنے میں آخر کیا مشکل ہے کہ جو کپڑا کعبے پر غلاف چڑھانے کے لیے تیار کیا جاتا ہے اس کا احترام بھی ایک کپڑے کا احترام نہیں بلکہ اس نسبت کا احترام ہے، جو اسے کعبے کے ساتھ حاصل ہوگئی ہے۔ اسے دیکھنے کے لیے جو شخص بھی آتا ہے، اسے اللہ کے گھر کی محبت کھینچ کر لاتی ہے نہ کہ ایک کپڑے کو دیکھنے کی خواہش۔ اسے بیت اللہ کی طرف بھیجنے کے لیے جو مشایعت کی جاتی ہے وہ اس شوق کا ایک مظہر ہے، جو مسلمان خود بیت اللہ کی زیارت کے لیے اپنے دلوں میں پاتے ہیں۔ اس حد تک جو کچھ کیا جائے وہ تو شرک کی تعریف میں نہیں آتا۔ البتہ اس سے تجاوز کر کے اگر کوئی شخص غلاف کو چومے اور اس کا طواف کرے اور اس سے چمٹ کر دعائیں مانگے اور اس کی طرف رُخ کر کے رکوع و سجود کرنے لگے تو یہ بلا شبہ شرک ہوگا کیوں کہ یہ سب امور صرف بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں، غلاف کے کپڑے کو اللہ نے اپنا گھر قرار نہیں دیا ہے۔

غلافِ کعبہ کی تاریخ

اب ہم مختصراً یہ بیان کریں گے کہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی ابتدا کب ہوئی اور اس وقت سے آج تک اس کی تاریخ کیا رہی ہے۔ اس تاریخ کے مآخذ حسبِ ذیل ہیں:

(۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری، علامہ ابن حجر (۲) سیرۃ ابن ہشام (۳) اخبارِ مکہ، محمد بن عبد اللہ الارزقی (۴) شفاء الغرام، تقی الدین الفاسی (۵) الاعلام، قطب الدین الحنفی (۶) تاریخ الکعبہ، عبد اللہ باسلامہ (۷) مرأۃ الحرمین، ابراہیم رفعت پاشا۔

فتح مکہ سے پہلے

غلاف کے بارے میں زمانہ قدیم کی تاریخ کا کوئی مرتب اور معتبر ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ لیکن اس زمانے کی جو روایات علماء اسلام تک پہنچی ہیں ان میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سب

سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبے پر غلاف چڑھایا تھا۔ اس کے بعد صدیوں تک تاریخ خاموش ہے۔ پھر یہ ذکر ملتا ہے کہ عدنان نے یہ خدمت انجام دی۔ اس کے بعد پھر کئی صدی تک تاریخ غائب ہے۔ تیسرا شخص جس کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے سرخ رنگ کے دھاری دار یمنی کپڑے (الوصائل) کا مکمل غلاف کعبے پر چڑھایا وہ یمن کا ایک بادشاہ اسعد تھا، جس کا زمانہ نبی ﷺ سے دو سو برس پہلے گزرا ہے۔

غلاف کی مسلسل تاریخ ہم کو اس وقت سے ملتی ہے جب خانۂ کعبہ کا انتظام قبیلۂ قریش کے ہاتھوں میں آیا۔ اس قبیلے کی روایات زمانۂ اسلام تک محفوظ رہی ہیں، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے اس نے انتظام سنبھالا اس کے مختلف خاندان ہر سال باری باری سے کعبے پر غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ پھر بنی مخزوم کے ایک سردار ابو ربیعہ نے یہ طے کیا کہ ایک سال غلاف وہ چڑھایا کرے گا اور ایک سال کا غلاف قریش کا کوئی خاندان اپنی طرف سے چڑھائے۔

اس کے علاوہ زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ عرب کے مختلف قبیلے اور قبائلی سردار جب زیارت کے لیے آتے تھے تو کعبے پر لٹکانے کے لیے طرح طرح کے پردے لاتے تھے۔ جتنے لٹکائے جاسکتے تھے اتنے لٹکا دیے جاتے اور باقی کعبے کے خزانے میں رکھ دیے جاتے تھے۔ جب کوئی پردہ بوسیدہ ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا پردہ لٹکا دیا جاتا تھا۔

نبی ﷺ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ حضورؐ کی دادی کے ایک صاحبزادے (غالباً حضرت عباس بن عبد المطلب) گم ہو گئے تھے۔ انھوں نے نذر مانی کہ اگر بچہ مل گیا تو وہ کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھائیں گی۔ جب وہ مل گئے تو انھوں نے اپنی نذر پوری کی اور سفید رنگ کا ریشمی غلاف کعبے پر چڑھایا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا موقع تھا جب کعبے پر ریشم کا غلاف چڑھایا گیا۔

حضور ﷺ کی نبوت سے پانچ سال پہلے جب قریش نے کعبے کی از سرِ نو تعمیر کی تو پورے قبیلے نے بڑے اہتمام سے کعبے پر غلاف چڑھایا۔ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ قبیلۂ بنی سلیم کے ایک صاحب اپنی ماں کے ساتھ زیارتِ کعبہ کے لیے گئے ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس زمانے میں انھوں نے کعبے پر مختلف قسم کی اور مختلف رنگوں کی چادریں لٹکی ہوئی دیکھی تھیں۔

فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ کا یہ اعلان کہ فلاں فلاں اشخاص اگر کعبے کے پردوں سے بھی لپٹے ہوئے ہوں تو انھیں قتل کر دیا جائے، اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ اس وقت کعبے پر پردے لٹکے ہوئے تھے۔

فتح مکہ کے بعد

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، فتح کے موقعے پر حضورؐ نے اعلان فرمایا تھا کہ آج وہ دن ہے جب اللہ کعبہ کی عظمت قائم فرمائے گا اور اب ہم اس پر غلاف چڑھائیں گے۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت غلافِ کعبہ کو خوشبو دینے کے لیے بخور جلا رہی تھی۔ اتفاقاً کپڑا آگ پکڑ گیا اور پورا غلاف جل گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت کا لبادہ کعبے پر سے خود اتار دیا اور پھر زمانۂ اسلام میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے اللہ کے گھر پر غلاف چڑھایا۔ یہ روایت علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں حضرت سعید بن المسیّب سے نقل کی ہے۔

نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں کعبے پر یمنی کپڑے کا غلاف چڑھاتے تھے۔ پھر جب مصر فتح ہو گیا تو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ قباطی (مصری کپڑے) کا غلاف بنوانے لگے۔ حضرت علیؓ کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ انھوں نے اپنے عہدِ خلافت میں غلاف چڑھایا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں روایات خاموش ہیں، ممکن ہے کہ فتنوں نے آں جناب کو اس خدمت کا موقع نہ دیا ہو۔

قدیم زمانے سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ جب حج کے بعد سب حاجی رخصت ہو جاتے تھے تو ۱۰ ارمحرم کو کعبے پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ اسی طریقے پر نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی عمل ہوتا رہا۔ امیر معاویہؓ نے اپنے عہد میں یوم عاشورا پر غلاف چڑھانے کے علاوہ ایک اور غلاف عید الفطر کے موقع پر بھی چڑھانا شروع کر دیا۔ یہ بات بھی روایات سے معلوم ہوتی ہے کہ زمانۂ اسلام میں سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے اپنے عہد میں ریشمی غلاف بنوایا تھا۔ پھر یزید اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے اپنے زمانے میں اس کی تقلید کی، اور عبدالملک بن مروان کے عہد سے یہی مستقل طریقہ بن گیا جو آج تک جاری ہے۔ اس عمل کی ابتدا جس وقت ہوئی تھی

اس وقت بہ کثرت صحابہ وتابعین اور جلیل القدر فقہاء موجود تھے۔ کسی نے ریشمی غلاف پر اعتراض نہیں کیا، اسی وجہ سے بعد کے علماء بھی اس کے جواز پر متفق رہے۔

زمانۂ اسلام سے پہلے مختلف لوگ کعبے پر چڑھانے کے لیے چادریں لایا کرتے تھے۔ اسلامی دور میں غلاف چڑھانا حکومت کی ذمے داری قرار پا گیا۔ عبدالرزاق کی روایت کے مطابق ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ہم کعبے پر غلاف چڑھائیں؟ انھوں نے فرمایا اب تمھیں اس کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ حکّام نے تمھاری طرف سے اس خدمت کو سنبھال لیا ہے۔ ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں کہ ''کسوۃ البیت علی الامراء'' ''بیت اللہ کا غلاف حکام کے ذمّہ ہے۔''

عباسی خلافت کے زوال تک غلاف کی تیاری مرکزی حکومت کے انتظام میں ہوتی رہی۔ پھر جب کوئی مرکزی حکومت باقی نہ رہی تو مختلف علاقوں کے سلاطین اپنی طرف سے غلاف بنوا کر بھیجتے رہے اور بسا اوقات بیک وقت کئی کئی غلاف بھی چڑھائے گئے۔ اس سلسلے میں ایک مرتبہ ہندستان سے بھی (۴۶۶ھ میں) غلاف بنوا کر بھیجا گیا تھا، اور چوں کہ اس زمانہ میں اسلامی حکومت ان علاقوں تک محدود تھی جو اب پاکستان میں شامل ہیں، اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غلاف پاکستان سے بن کر گیا تھا۔

۷۵۰ھ میں مصر کے فرماں روا الملک الصالح اسماعیل بن ناصر نے غلافِ کعبہ تیار کرانا اپنے ذمّے لے لیا اور اس غرض کے لیے تین گاؤں وقف کر دیے۔ اس وقت سے موجودہ زمانے تک مصر ہی سے غلاف بن کر آتا رہا ہے۔ مصر پر ترکی سلاطین کا قبضہ ہو جانے کے بعد سلطان سلیمان اعظم نے ملک الصالح کے اس وقف میں سات گاؤں کا اور اضافہ کر دیا اور اس عظیم وقف کی آمدنی سے ہر سال کعبہ کا غلاف، اور ہر پانچویں سال حجرۂ نبوی کے پردے اور منبر نبوی کا غلاف مصر سے بن کر آنے لگا۔ اس کے علاوہ خانۂ کعبہ کے اندر کے پردے بھی وقتاً فوقتاً اسی وقف سے بنا کر بھیجے جاتے تھے۔ اس زمانہ میں اس وقف کی آمدنی ۳۶۶۷۳۶ درہم تھی، جسے موجودہ زمانہ کے مصری سکّے کے لحاظ سے ۵۰ ہزار اور ایک لاکھ درہم مصری پاؤنڈ کے درمیان سمجھنا چاہیے۔ مگر جب پچھلی صدی کے آغاز میں مصر کے وائسرائے محمد علی پاشا نے ترکی سلطنت سے

بغاوت کر کے خود مختاری اختیار کر لی تو اس نے یہ وقف منسوخ کر دیا اور صرف غلافِ کعبہ حکومتِ مصر کے خرچ پر بنوا کر بھیجنا شروع کر دیا۔ کعبے کے اندرونی پردے اور حجرۂ نبوی کے پردے آج تک مصر سے نہیں بھیجے گئے۔ آج جو پردے وہاں پڑے ہوئے ہیں وہ سب سلطان عبد العزیز (۱۸۳۰-۱۸۷۶) کے زمانہ کے ہیں اور بہت بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ کعبے کا جو غلاف اب مصر سے بن کر آتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ دس بارہ ہزار مصری پونڈ کا ہوتا ہے۔

پہلے غلاف مختلف رنگوں کے ہوا کرتے تھے۔ مامون الرشید نے سفید رنگ کا غلاف چڑھایا تھا۔ محمود غزنوی کے غلاف کا رنگ زرد تھا۔ مصر کے فاطمی خلفاء سفید رنگ کے غلاف بھیجتے تھے۔ خلیفۂ ناصر عباسی (۵۷۸ھ ۶۲۲ھ) نے ابتدا میں سبز غلاف بنوایا تھا۔ پھر سیاہ ریشم کا بنوا کر بھیجا۔ اس کے بعد سے سیاہ غلاف ہی بنوایا جاتا رہا اور آج تک یہی طریقہ جاری ہے۔

غلافِ کعبہ کے چاروں طرف زری کے کام کی پٹی بنانے اور اس پر کعبہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات لکھوانے کا سلسلہ سب سے پہلے ۷۶۱ھ میں مصر کے سلطان حسن نے شروع کیا تھا۔ اس کے بعد سے یہ پٹی لگانے کا طریقہ آج تک چل رہا ہے۔ اس پٹی پر حسبِ ذیل آیات لکھی جاتی ہیں:

ایک طرف: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَۚ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۝ (آل عمران:۹۶،۹۷)

دوسری طرف: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْىَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۝ (المائدہ:۹۷)

تیسری طرف: وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ

اِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ○ رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَ مِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ ۖ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبۡ عَلَيۡنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ○

(البقرہ:۱۲۷،۱۲۸)

چوتھی جانب اس فرماں روا کا نام لکھا جاتا ہے، جس نے غلاف بنوایا ہو۔

موجودہ صدی کے آغاز تک غلافِ کعبہ دنیا کے سیاسی حالات سے غیر متاثر رہا۔ لڑائیاں ہوتی تھیں۔ سلطنتوں کے تعلقات بنتے اور بگڑتے تھے مگر کعبہ کے لیے غلاف جہاں سے آیا کرتا تھا وہیں سے آتا رہا۔ لیکن اس صدی کے آغاز میں دنیا کے سیاسی حالات اس پر بھی اثر انداز ہونے لگے۔ جنگ عظیم اوّل میں جب ترکی سلطنت جرمنی کے ساتھ شریک جنگ ہوگئی تو اسے اندیشہ ہوا کہ انگریز مصر سے غلاف کے آنے میں مانع ہوں گے۔ اس لیے اس نے استنبول سے ایک نہایت شان دار غلاف بنوا کر حجاز ریلوے کے ذریعہ سے مدینہ بھیج دیا۔ مگر چوں کہ مصر سے عین وقت پر غلاف پہنچ گیا تھا اس لیے وہ ترکی غلاف مدینہ طیبہ میں محفوظ کر دیا گیا۔ ۱۹۲۳ میں شریف حسین اور حکومتِ مصر کے تعلقات خراب ہو گئے اور مصری حکومت نے عین حج کے موقع پر جدہ پہنچے ہوئے غلاف کو واپس منگوالیا۔ خوش قسمتی سے اس وقت وہ ترکی غلاف کام آ گیا جو جنگ کے زمانہ میں ترکی حکومت نے مدینہ طیبہ بھیج رکھا تھا۔ پھر ۱۹۲۵ میں سلطان ابن سعود اور شریف حسین کی لڑائی کے زمانے میں مصر سے غلاف نہ آیا اور ابن سعود نے عراق کا بنا ہوا ایک غلاف چڑھا دیا جو شریف حسین نے احتیاطاً بنوا کر رکھ چھوڑا تھا۔ ۱۹۲۷ میں ٹھیک یکم ذی الحجہ کو حکومت مصر نے غلاف بھیجنے سے انکار کر دیا اور ابن سعود کو فوراً مکہ میں ایک غلاف بنوانا پڑا۔ پھر ۱۹۲۸ میں بھی مصری غلاف نہ آیا اور امرتسر سے مولانا داؤد غزنوی اور مولانا اسماعیل غزنوی کے اہتمام میں غلاف بنوا کر بھیجا گیا۔

ان تجربات کی بنا پر اسی زمانہ میں مکہ معظّمہ کے اندر ایک دار الکسوہ قائم کر دیا گیا تھا تاکہ مصر سے آئے دن غلاف نہ آنے کی مصیبت کا مستقل علاج کر دیا جائے۔ اس کارخانے میں مولانا اسمٰعیل غزنوی مرحوم کی مدد سے ہندستان کے بہت سے کاریگر فراہم کیے گئے تھے۔ کچھ

مدت تک وہیں غلاف تیار کیا جاتا رہا۔ پھر سعودی حکومت اور مصر کے تعلقات درست ہو گئے اور وہاں سے غلاف کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اب پچھلے سال وہی قضیہ پھر پیش آیا اور سیاسی تعلقات کی خرابی نے مصری غلاف کی آمد کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایک مدّت دراز کے بعد اس سال پاکستان کی سرزمین پر غلاف کا کپڑا تیار ہو رہا ہے۔ پورے غلاف کے لیے ایک ہزار گز کپڑا درکار ہوتا ہے۔ پاکستان سے صرف یہ کپڑا ہی بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ زری کے کام کی پٹی مکہ معظّمہ کے دارالکسوہ میں تیار کی جائے گی۔
